اسلام میں مظلوم کے حقوق

(۲)

انتقام اور عفو و درگزر

سیّد جلال الدین عمری

انسانی فطرت اور جذبۂ انتقام

اگر کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی ہو اور اس کے حقوق پر دست درازی کی جائے تو اس کے اندر فطری طور پر غم و غصہ اور انتقام کا جذبہ ابھر آتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اس کا بدلہ لے اور جس نے اسے نقصان پہونچایا ہے اسے وہ بھی نقصان پہونچائے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک حیوانی جذبہ ہے۔ اسے دبایا جانا چاہئیے۔ ورنہ انسان کی انسانیت مجروح ہوگی اور وہ درندہ صفت بن جائے گا لیکن اس جذبہ کو حیوانی یا غیر انسانی جذبہ کہہ کر ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ یہ انسان کی سرشت میں داخل ہے۔ اگر کسی دباؤ اور مجبوری کی وجہ سے وہ انتقام نہ لے سکے تو اس پر شدید ردعمل ہوتا ہے۔ اس کے اندر عداوت، نفرت اور بغض و حسد جیسے جذبات پرورش پانے لگتے ہیں۔ اور احساس کم تری اسے سخت نفسیاتی پیچیدگیوں میں مبتلا کر دیتا ہے پھر جب موقع ملتا ہے تو وہ اپنی آتش انتقام کو بجھانے کے لئے وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جو بہ حیثیت انسان اسے نہیں کرنا چاہئیے۔

اس میں شک نہیں حیوان کے اندر بھی جذبۂ انتقام موجود ہے۔ لیکن ہر وہ جذبہ جو انسان کے ساتھ حیوان میں بھی پایا جائے غلط اور قابل نفرت نہیں ہے۔ بھوک، پیاس اور جنسی خواہش انسان اور حیوان دونوں میں ہے۔ دونوں ان کی تکمیل پر اپنے ذاتی اور نوعی بقا کے لئے مجبور ہیں۔ انسان کے لئے ان میں سے کسی بھی خواہش کی تکمیل کو اس بنا پر غلط یا

ناپسندیدہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حیوان میں بھی پائی جاتی ہے۔ البتہ انسان اور حیوان کا فرق یہ ہے کہ حیوان اپنے جذبات کی تسکین محض اپنی طبیعت کے تقاضے کے تحت کرتا ہے اور انسان اس میں اخلاق اور قانون کا پابند رہتا ہے۔

غصہ اور انتقام کے جذبہ کا پایا جانا انسان کی بقا کے لئے ضروری ہے۔ اس سے وہ اپنے اوپر ہونے والے جور و ظلم کو روکتا اور اپنے حقوق کا دفاع اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اس جذبہ کی کمی انسان کو بعض اوقات بے حسی اور بے غیرتی میں مبتلا کر دیتی ہے اور وہ ظلم سے شکست کھانے اور اس کے مقابلہ میں سپر ڈالنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ جذبہ اگر بالکل ہی سرد پڑ جائے تو ہر جابر و ظالم اسے بآسانی ظلم کا ہدف بنا سکتا اور اس کے حقوق سلب کر سکتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ظلم کا انتقام لے کر انسان نفسیاتی سکون محسوس کرتا ہے۔ اس سکون کے حاصل کرنے کا اسے فطری حق ہے۔ قانون کی ضرورت اور اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ وہ بھی ایک پہلو سے یہ مقصد پورا کرتا ہے۔ اس لئے کہ قانون جب ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دیتا ہے تو جہاں ایک سماجی فرض انجام دیتا ہے وہیں مظلوم کے جذبہ انتقام کو ایک طرح سے تسکین بھی فراہم کرتا ہے۔ ظاہر ہے قانون کی حکم رانی کو اس لئے غلط نہیں کہا جا سکتا اور لاقانونیت کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ اس سے مظلوم کے جذبہ انتقام کو راحت ملتی ہے۔

جذبۂ انتقام ۔ اسلام کی نظر میں

اسلام جذبۂ انتقام کو ایک فطری جذبہ کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے اور مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔ اس نے اللہ کے نیک بندوں کی ایک صفت ان الفاظ میں بیان کی ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ — اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو

هُمْ يَنْتَصِرُونَ (الشوریٰ:۳۹) وہ بدلہ لیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا کسی سے انتقام لینا قابل تعریف ہے کہ اللہ والوں کی صفات کے ذیل میں اس کا ذکر کیا جائے؟ علامہ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ظالم کو راہ حق پر قائم رکھنا اور جس سزا کا وہ مستحق ہے اسے وہ سزا دینا دراصل اسے ٹھیک کرنا ہے۔ اس کی ستائش اور تعریف ہی کی جائے گی۔[۱]

حافظ ابن کثیرؒ آیت کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جو شخص ظلم و زیادتی کرے اللہ کے نیک بندوں میں ان سے انتقام لینے کی قوت ہے۔ وہ بے بس اور عاجز نہیں ہیں کہ انتقام نہ لے سکیں بلکہ اس کی قوت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔[۲]

علامہ ابوالسعود کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر (خودی کا) ایسا جذبہ رکھا ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے جھکنے اور ذلیل ہونے سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے تو وہ اس سے انتقام لیتے ہیں۔ یہ دراصل دوسری بڑی بڑی خوبیوں کے ساتھ ان کی شجاعت اور بہادری کا ذکر ہے۔[۳]

اسی وجہ سے حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں۔ سلف اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اہل ایمان اس طرح ذلیل اور پست ہو کر رہیں کہ اللہ کے نافرمانوں اور فاسقوں کے حوصلے بڑھ جائیں اور وہ ان پر زیادتی کرنے لگیں۔ البتہ جب ان کو طاقت ملتی ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔[۴]

انتقام میں زیادتی کی ممانعت

بعض اوقات ظلم و زیادتی کے خلاف اتنا شدید جذبہ ابھرتا ہے کہ انتقام کی آگ بجھانے کے لئے انسان سارے اخلاقی اور قانونی حدود توڑ پھینکتا ہے۔ اس کے بڑے ہی

---

۱ تفسیر ابن جریر پارہ ۲۵/۲۴ ۲ تفسیر ابن کثیر ۴/۱۱۸ ۳ تفسیر ابوالسعود ۷/ ۲۶۹

۴ بخاری، کتاب المظالم، باب الانتصار من الظالم، جصاص: احکام القرآن ۳/۴۷۵

خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں اور نکلتے رہے ہیں۔ جب بھی اس پر پابندی نہیں لگائی گئی، مظلوم نے ظالم کی جگہ لے لی اور ظلم کی روایات تازہ کرنی شروع کردیں۔ غصہ، نفرت اور انتقام کی ایک نئی لہر اٹھی اور مظلوم نے ظالم بن کر وہ سب کچھ کیا جس کی اسے شکایت تھی اور جس کے خلاف اس نے جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ اسلام مظلوم کے اس حق کو تو تسلیم کرتا ہے کہ وہ ظالم سے انتقام لے سکتا ہے لیکن اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ جتنی زیادتی ہوئی ہے اسی تناسب سے انتقام بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ کی کسی حال میں اسے اجازت نہیں ہے۔ ظلم و زیادتی کی بہت سی شکلیں ہیں۔ لیکن ان سب کو دو بڑے عنوانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ زیادتی ہے جو انسان کے جسم و جاں اور مال کے ساتھ کی جائے اور اسے جسمانی یا مالی نقصان پہونچایا جائے۔ دوسرے وہ زیادتی جو زبانی طور پر اس کے ساتھ کی جائے۔ جیسے بدگوئی، زبان درازی وغیرہ۔ قرآن و حدیث میں اصولی طور پر اور عمومی انداز میں یہ بات کہی گئی ہے کہ آدمی انتقام میں اس حد سے آگے نہ بڑھے جس حد میں کہ زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن کہیں اصلاً مالی اور جسمانی زیادتی کا ذکر ہے اور کہیں زبانی زیادتی کا۔ اب ہم ان دونوں ہی پہلوؤں پر الگ الگ کسی قدر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

مالی اور جسمانی انتقام میں زیادتی نہ ہو

قرآن مجید نے ایک جگہ انتقام کی اجازت دیتے ہوئے ہدایت فرمائی ہے:۔

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ	جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی
فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ	جیسی زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم
مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ وَاتَّقُوا	پر زیادتی کی ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے
اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ	رہو اور یہ جان لو کہ اللہ ان لوگوں کے
مَعَ الْمُتَّقِیْنَ	ساتھ ہے جو اس کی نافرمانی سے
(البقرہ: ۱۹۴)	بچتے ہیں۔

یہ آیت جہاد کے سلسلہ میں آئی ہے کہ جو مہینے محترم ہیں ان کے احترام کو نظر انداز کر کے مشرکین تم سے جنگ کریں تو تمہیں بھی اسی نسبت سے جواب دینے کا حق ہے۔ علامہ ابو بکر جصاص حنفی اس سیاق و سباق کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

آیت کے الفاظ میں عموم پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جو شخص کسی کا مال تلف کر دے تو اس پر اس کا 'مثل' واجب ہوگا۔ 'مثل' کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اسی کی جنس سے ہو۔ یہ ان چیزوں میں ممکن ہے جو ناپی یا تولی جا سکتی ہیں۔ دوسری صورت 'مثل' کی قیمت ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اگر کسی غلام کے دو آقا ہوں اور ایک اپنا حصہ آزاد کر دے اور دوسرا آزاد نہ کرے تو جو آزاد کرے وہ صاحب حیثیت ہو تو دوسرے کے حصہ کی قیمت کی ضمانت لے گا (اس طرح غلام آزاد ہو جائے گا) اس میں آپ نے آزاد کرنے والے پر جو 'مثل' لازم آتی ہے اسے قیمت کی شکل میں متعین فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کو بھی 'مثل' کہا جا سکتا ہے۔ 'مثل' اس چیز کو بھی کہا جا سکتا ہے جو کسی عمل کی مناسب جزا بن جائے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص کسی پر تہمت لگائے تو جواب میں اس پر اسی طرح کی تہمت تو نہیں لگائی جا سکتی البتہ اسے اسّی کوڑے لگائے جائیں گے تہمت کی یہ سزا اس کا 'مثل' ہے۔[1]

ایک دوسری جگہ قرآن میں ہے

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ	اور اگر بدلہ لو تو اسی قدر بدلہ لو جس
مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ	قدر کہ تم پر زیادتی ہوئی ہے لیکن اگر
صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ	صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے حق
لِّلصّٰبِرِيْنَ ۔ (النحل: ۱۲۶)	میں بہتر ہے۔

یہ آیت دعوت و تبلیغ کے اصول و آداب کے ذیل میں آئی ہے۔ امام رازی فرماتے

---

[1] احکام القرآن ۱/۳۰۵-۳۰۶

ہیں۔ دین کی دعوت دینے والے کو اس کے مخالفین قتل کرنے کی بھی کوشش کر سکتے ہیں، زدوکوب اور سب وشتم کا بھی امکان ہے۔ اس وقت داعی کے اندر اس کا جواب دینے اور مقابلہ کرنے کا جذبہ ابھر سکتا ہے۔ اس لئے ہدایت کی گئی کہ اس صورت میں وہ عدل وانصاف پر قائم رہے اور ظلم وزیادتی کی راہ نہ اختیار کرے۔[1]

یہاں بھی قرآن مجید نے انتقام میں 'مثل' کی شرط لگائی ہے۔ یعنی جتنی زیادتی ہوئی ہے اتنا ہی بدلہ لیا جا سکتا ہے۔ فقہاء نے اس سے بعض قانونی تفصیلات اخذ کی ہیں۔ جصاص اس سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے اسے قتل کیا جائے، جو کسی کو چوٹ پہونچائے اسے بھی اتنی چوٹ پہونچائی جائے۔ اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹے اور پھر اسے قتل کرے تو مقتول کے اولیاء کو یہ حق ہوگا کہ وہ بھی پہلے قاتل کا ہاتھ کاٹیں اور اس کے بعد اسے قتل کریں۔[2]

علامہ ابوبکر جصاص مزید لکھتے ہیں۔ اس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے سر کو پتھر سے کچل کر اسے ہلاک کر دے یا کھڑا کر کے ناوک زنی کرے اور جان لے لے تو اس سے بالکل اسی طرح قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اسے تلوار سے قتل کیا جائے گا اس لئے کہ اس صورت میں قاتل نے مقتول کو کتنی ضربیں لگائیں اور اسے کتنی تکلیف پہونچائی اس کا ہمیں صحیح علم نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے ٹھیک اسی طرح انتقام نہیں لیا جا سکتا۔ البتہ جان لینے کی حد تک برابری ممکن ہے۔ اس لئے تلوار سے اس کی جان لی جائے گی۔

یہ فقہ حنفی کا مسلک ہے لیکن دوسرے فقہاء کے نزدیک قاتل کو اسی شکل میں قتل کیا جائے گا جس شکل میں اس نے قتل کیا ہے۔ الّا یہ کہ اس نے کسی ایسے طریقے سے قتل

---

[1] تفسیر کبیر ۲۷۵/۵ [2] ان آیات کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، امام شافعی اور ابوثور کی بھی یہی رائے ہے۔ المغنی لابن قدامہ ۶۸۵/۷

کیا ہو جس کا اختیار کرنا شرعاً حرام ہو۔ جیسے کسی نے شراب پلا کر یا بدفعلی کر کے مارا ہو یا آگ میں جھلایا ہو۔[1]

حصاص کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی کا مال تلف کر دے تو اسے اسی طرح کا تاوان دینا ہوگا۔ اگر وہ زمین کا کچھ حصہ اپنی عمارت میں شامل کر لے یا گیہوں غصب کر کے پسوا لے تو بھی اس کا 'مثل' واجب ہوگا۔ گیہوں اسی مقدار میں واجب ہوگا جس مقدار میں غصب کیا گیا ہے اور زمین کے معاملہ میں قیمت واجب ہوگی۔

جس نے دوسرے کی زمین پر قبضہ کر کے عمارت بنالی ہے اسے منہدم کر کے مظلوم کو اس کی جگہ بھی دلوائی جا سکتی ہے لیکن حصاص کہتے ہیں یہ 'مثل' نہیں ہے۔ بعینہ اسی چیز کا واپس کرنا ہے[2] بلاشبہ اسے 'مثل' تو نہیں کہا جا سکتا۔ پھر بھی یہ بات قابل غور ہے کہ بعض اوقات مظلوم کے حق میں اس کی چھنی ہوئی زمین کا اسے مل جانا ہی قیمت کے ملنے سے زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔

زبان سے انتقام میں زیادتی نہ کی جائے

اس بحث کا تعلق اصلاً جانی اور مالی زیادتیوں سے ہے۔ اب زبان سے ہونے والی زیادتیوں کو لیجئے۔ ایک شخص دوسرے کو اپنی زبان سے تکلیف پہونچائے تو اسے بھی صرف اسی حد تک انتقام لینے کی اجازت ہے جس حد تک اس نے تکلیف پہونچائی ہے۔ اسی بحث کے ذیل میں یہ آیت گزر چکی ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ — اللہ کو پسند نہیں کہ کسی بری بات کا برملا ذکر کیا جائے۔ لیکن جس شخص پر ظلم

---

[1] ملاحظہ ہو احکام القرآن ابن عربی ۱/۶۴ نیل الاوطار ۷/۱۶۴-۱۶۷

[2] احکام القرآن ۳/۲۲۹-۲۳۰

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا	ہو (وہ اس کا اظہار کر سکتا ہے) اور
عَلِيْمًا (النساء ۱۴۸)	اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس میں جہاں مظلوم کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا برملا اظہار کر سکتا ہے وہیں یہ حقیقت واضح کرکے کہ اللہ سمیع وعلیم ہے اس حق کے غلط استعمال سے منع بھی کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ان الفاظ کو بھی سن رہا ہے جو تمہاری زبانوں سے نکلتے ہیں اور ان جذبات و احساسات سے بھی واقف ہے جو تمہارے سینوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس لئے اگر تم نے اپنے جائز حدود سے باہر قدم رکھا تو وہ تمہیں پکڑ سکتا ہے۔ اس طرح ان صفات کا ذکر کرکے حق انتقام کے غلط استعمال اور ظالمانہ روش اختیار کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔ امام رازی اس جگہ ان صفات کی معنویت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آیت میں مظلوم کو جس ظلم کے اظہار و اعلان کی اجازت دی گئی ہے، ان صفات کے ذکر کے ذریعہ، اس میں حد سے بڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ آدمی اللہ سے ڈرے اور صرف حق بات کہے اور کسی پر تہمت نہ لگائے ورنہ وہ معصیت کا مرتکب ہوگا۔ جو کچھ وہ کر رہا ہے اللہ اسے سن رہا ہے اور جو کچھ اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہے اسے وہ جانتا ہے[۱]

حدیث میں یہ بات زیادہ وضاحت کے ساتھ کہی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

المستبّان ما قالا	ایک دوسرے کو سب و شتم کرنے
فعلى البادى	والوں نے جو کچھ کہا اس کا گناہ ابتدا
مالم يعتد المظلوم[۲]	کرنے والے پر ہے۔ جب تک کہ مظلوم
	(جواب میں) حد سے آگے نہ بڑھے۔

امام نووی فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ انتقام لینا جائز

---

[۱] تفسیر کبیر ۳/۳۴۶ [۲] مسلم، کتاب البر والصلہ، باب النہی عن السباب

ہے۔ اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ اس پر کتاب وسنت کے دلائل بکثرت موجود ہیں۔[۱]

امام غزالی فرماتے ہیں

اثبت للمظلوم انتصاراً الی ان یعتدی[۲]۔ اس حدیث میں آپؐ نے مظلوم کے لئے انتقام کے حق کا اثبات فرمایا ہے۔ جب تک کہ وہ زیادتی نہ کرے۔

انتقام میں حدودِ شریعت کی پابندی

اسلام نے انتقام میں ایک شرط تو یہ رکھی ہے کہ وہ اسی حد میں ہوگا جس حد میں کہ زیادتی ہوئی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص طمانچہ رسید کرے تو اس کی جان لے لی جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی انتقام میں اخلاق اور حدودِ شریعت کا پابند رہے اس سے تجاوز نہ کرے۔ امام نووی فرماتے ہیں۔

ناحق کسی مسلمان کے ساتھ زبان درازی اور اسے گالی دینا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ اگر کسی کے ساتھ دشنام طرازی کی جائے تو اسے اسی طرح کے الفاظ میں جواب دینے کا حق ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جواب دینے والا کذب بیانی نہ کرے، تہمت نہ لگائے اور اس کے اسلاف کو برا بھلا نہ کہے۔ جواب دینے کی بعض جائز صورتیں یہ ہو سکتی ہیں کہ وہ اس کے لئے ظالم، احمق یا دشمن جان جیسے الفاظ استعمال کرے۔ اس لئے کہ ان کا اطلاق ہر شخص پر ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی ان کمزوریوں سے پاک نہیں ہے۔ مظلوم نے اس طرح جواب دے دیا تو گویا ظالم سے پورا بدلہ لے لیا۔ دشنام طرازی کرنے والے پر اس کا جو حق تھا وہ اس نے وصول کر لیا۔ البتہ جس نے اس کی ابتدا کی اس پر اس کے ابتدا کرنے کا گناہ ضرور ہوگا۔ اس پہلو سے

---

[۱] شرح مسلم ۲/۳۲۱　　[۲] احیاء علوم الدین ۳/۱۲۳

بھی وہ گناہ گار قرار پائے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کی نافرمانی کی۔ اس کے لئے اللہ سے اسے استغفار کرنی ہوگی۔ بعض لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ مظلوم نے جب بدلہ لے لیا تو یہ ساری باتیں از خود ختم ہوگئیں[1]

امام غزالی فرماتے ہیں۔

ہر ایک ظلم کے جواب میں اسی طرح کی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ غیبت کے جواب میں غیبت، تجسس کے جواب میں تجسس، دشنام طرازی کے جواب میں دشنام طرازی صحیح نہیں ہے۔ یہی معاملہ تمام معصیتوں کا ہے کہ ان کے جواب میں اسی طرح کی معصیتوں کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا۔ قصاص اور تاوان بھی اسی حد تک لیا جائے گا جس حد تک کہ شریعت نے اجازت دی ہے[2]

اسی ذیل میں عفو و درگذر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جن لوگوں نے انتقام کو جائز قرار دیا ہے انھوں نے شرط یہ رکھی ہے کہ آدمی جھوٹ اور غلط بیانی سے کام نہ لے۔ زیادتی کرنے والے کے لئے آدمی اس طرح کے الفاظ اور جملے استعمال کرسکتا ہے جیسے اسے فلاں کی اولاد، احمق، بدخلق، لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلنے والا، اگر حیا ہوگی تو نہیں بولو گے، اللہ تمہیں ذلیل اور رسوا کرے، تم اپنی حرکتوں کی وجہ سے میرے نزدیک بالکل حقیر ہو۔ وغیرہ۔ باقی رہا چغلی، غیبت، کذب و افترا، اس کے ماں باپ کو برا بھلا کہنا تو یہ بالاتفاق سب کے نزدیک حرام ہے[3]

---

[1] شرح مسلم ۲/۳۲۱ [2] احیاء علوم الدین ۳/۱۵۵

[3] امام غزالی فرماتے ہیں کہ سب و شتم کا جواب دیا جاسکتا ہے لیکن جواب نہ دینا افضل ہے اس لئے کہ ان حدود کی پابندی بہت مشکل ہے اس کے مقابلہ میں آسان یہ ہے کہ آدمی سکوت اختیار کرے۔ (حوالہ سابق ص۱۵۶) عفو و درگذر کی فضیلت اور انتقام کے حدود کو ماننے کے باوجود حق انتقام بہرحال باقی رہے گا اور اس کے استعمال پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ مظلوم کو انتقام کا حق ضرور حاصل ہے۔ لیکن یہ حق غیر مشروط اور مطلق نہیں ہے بلکہ کچھ حدود و قیود کا پابند ہے۔ اگر مظلوم ان حدود کو توڑ کر انتقامی کارروائی کرنے لگے تو اسلام کی نظر میں وہ خود بھی ظالم کی صف میں شامل ہو جائے گا اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو کسی ظالم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

عفو و درگذر کا حق

جس شخص کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوا سے عفو و درگذر کا بھی حق ہے۔ شائد زیادہ صحیح تعبیر یہ ہو کہ انتقام ایک قانونی حق ہے اور عفو و درگذر اس سے دست بردار ہو جانے کا نام ہے۔ امام غزالی عفو کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

العفو ان یستحق حقا	عفو یہ ہے کہ آدمی کسی حق کا حقدار ہو اور
فیسقطہ ویبرئ عنہ	اسے ساقط کرکے (مجرم کو) قصاص یا
من قصاص او غرامۃ [1]	تاوان سے بری کردے۔

عفو و درگذر انتقام سے زیادہ پسندیدہ ہے

قرآن مجید نے عفو و درگذر کو ایک پسندیدہ عمل کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ وہ صرف یہی نہیں کہ ظلم کا بدلہ لینے میں حد سے آگے بڑھنے سے روکتا ہے بلکہ عفو و درگذر کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ مظلوم کے اس حق کو تو تسلیم کرتا ہے کہ وہ ظالم سے انتقام لے سکتا ہے، لیکن اسے اخلاق کی اس بلندی پر دیکھنا چاہتا ہے جہاں انسان بڑے سے بڑے ظلم کو بھول کر حسن سلوک کرنے لگتا ہے۔ اسے وہ نتائج کے لحاظ سے انتقام کے مقابلہ میں مفید اور بہتر سمجھتا ہے۔ یہ آیت اوپر گزر چکی ہے۔ دوبارہ اس کے الفاظ پر غور فرمائیے۔

---

[1] حوالہ سابق۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۔ (النحل: ١٢٦)

اور اگر بدلہ لو تو اسی قدر بدلہ لو جس قدر کہ تم پر زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں آیت میں قصاص لینے میں عدل اور برابری کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ کسی کی کوئی چیز چھین لی جائے تو اسے لینے میں مماثلت ہونی چاہئے مزید کہتے ہیں یہ اور اس طرح کی دوسری آیتوں میں عدل کو قانون اور شریعت کا درجہ دینے کے ساتھ فضل واحسان کی ترغیب دی گئی ہے[1]

جصاص کہتے ہیں آیت بتلاتی ہے کہ قاتل اور زیادتی کرنے والے سے انتقام لینے سے افضل یہ ہے کہ اسے معاف کردیا جائے[2]

عفو و درگذر اللہ کے نیک بندوں کی صفت

اللہ کے نیک بندوں میں بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں۔ ان کی ایک بڑی خوبی کا ذکر قرآن مجید ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ (آل عمران: ١٣٤)

وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں۔

معاف کرنے والوں کو اللہ معاف کرتا ہے

اس دنیا میں انسان سے بڑی بڑی غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ان غلطیوں کو معاف فرماتا رہتا ہے۔ اگر وہ اس کی ہر غلطی پر گرفت کرے تو اس

---

[1] تفسیر ابن کثیر ٢/٥٩٢ [2] احکام القرآن ٣/٢٤٠

کو زندہ رہنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے اندر بھی عفو و درگذر کی یہی خوبی دیکھنا چاہتا ہے۔ ایک انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے ساتھ جو روش اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ کرتا ہے۔ اس لئے اگر وہ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرے تو امید ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کا مستحق ہوگا اور وہ اس کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر فرمائے گا۔ مظلوم کو ظالم کے خلاف آواز اٹھانے کا قرآن مجید نے جہاں حق دیا ہے وہیں یہ بات اس طرح کہی ہے۔

إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا	اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کر دیا سے
أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا	خفیہ انجام دو یا برائی کو معاف کردو
عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ	تو (یہ بڑی خوبی کی بات ہے) بے شک
عَفُوًّا قَدِيرًا۔	اللہ تعالیٰ بھی بڑا معاف کرنے والا اور
(النساء: ۱۴۹)	قدرت والا ہے۔

ایک جگہ معاشرتی احکام کے ذیل میں فرمایا۔

وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا	اگر تم معاف کر دو اور درگذر کر جاؤ
وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ	اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ (بھی) بخشنے
الرَّحِيمٌ۔ (التغابن: ۱۴)	والا اور رحم کرنے والا ہے۔

غصہ اور انتقام کے جذبہ کے تحت بعض اوقات انسان بڑے سخت اقدامات کر گزرتا ہے جو جائز ہونے کے باوجود پسندیدہ نہیں کہے جا سکتے۔ سورۂ نور میں ان سے باز رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا گیا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عفو و کرم سے نوازے تو اس کے بندوں کی زیادتیوں سے درگذر کرو۔ دیکھئے کتنا پیارا انداز ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ	تم میں سے جو لوگ بزرگی اور وسعت
مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ	والے ہیں وہ اس بات کی قسم کھا بیٹھیں
يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ	کہ قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ

وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ (النور:۲۲)

کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی مدد نہیں کریں گے، انھیں معاف کر دینا اور درگذر کر دینا چاہئیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے اللہ غفور ورحیم ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول میں ایک بڑا ہی موثر واقعہ حدیث کی کتابوں میں بیان ہوا ہے۔ حضرت مسطحؓ ایک نادار شخص تھے بچپن ہی میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا مکہ میں وہ اور ان کی ماں اسلام لائے، مدینہ ہجرت کی، بدر میں شریک ہوئے، نیک اور مخلص صحابی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ سے ان کی قرابت تھی۔ ان کی غربت اور افلاس اور قرابت داری کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ ان کے اخراجات اٹھاتے تھے۔ اپنے اخلاص کے باوجود واقعہ افک کے سلسلے میں ان سے چوک ہو گئی۔ حضرت عائشہؓ ایک غزوہ میں جب پیچھے رہ گئیں اور ایک صحابی کے ساتھ واپس آئیں تو اس پر منافقین نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں اور بعض نے تہمت لگا دی۔ یہ بھی اپنی سادگی میں اس سے متاثر ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اس سے سخت صدمہ پہونچا۔ فرمایا خدا کی قسم اب آئندہ کبھی اس شخص پر اپنا پیسہ نہیں خرچ کروں گا روایتوں میں آتا ہے کہ اسی کے بعد سورہ نور کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آیت سنی تو فرمایا

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِیْ

اللہ کی قسم میں تو یہی چاہتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کو معاف کر دے۔

اس کے بعد حضرت مسطحؓ کا خرچ دوبارہ دینے لگے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اسے دوگنا کر دیا اور کہا کہ اب کبھی ان کا خرچ بند نہیں کروں گا[1]

---

[1] بخاری، کتاب التفسیر (سورہ النور) مع فتح الباری ۸/۳۲۸

حدیث میں عفوودرگذر کی ترغیب

احادیث میں بھی عفوو درگذر کی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور اس پر مختلف پہلوؤں سے اظہار کیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ما نقصت صدقة من مال وما زاد الله عبداً بعفوٍ الا عزاً وما تواضع احدٌ لله الا رفعه الله ؎۱	صدقہ وخیرات سے مال میں کبھی کمی نہیں آتی، عفوو درگذر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندہ کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے اور جو اللہ کے لئے تواضع اور خاکساری اختیار کرے وہ اسے رفعت اور سربلندی عطا کرتا ہے۔

اسی مفہوم کی ایک روایت ابوکبشہ انماریؓ سے آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا

ما نقص مال عبد من صدقة ولا ظلم عبد مظلمة صبر عليها الا زاده الله عزاً ولا فتح عبدٌ باب مسألةٍ الا فتح الله عليه باب فقرٍ ؎۲	صدقہ سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا، کسی بندہ پر ظلم ہوا اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے، جو شخص سوال کا دروازہ کھولے (مانگنا شروع کردے) تو اللہ اس پر لازماً فقر واحتیاج کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

؎۱ مسلم، ابواب البر والصلہ، باب استحباب العفو والتواضع

؎۲ ترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء مثل الدنیا

عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صل من قطعك	جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے
واعف عمن ظلمك	تعلق جوڑو، جو تم پر زیادتی کرے اسے
واعط من حرمك [۱]	معاف کرو جو تم کو تمہارے (حق سے) محروم کرے اسے (اس کا حق) دو

غصہ پر قابو پانے کی فضیلت

انتقام کا بڑا محرک انسان کا غیظ و غضب ہے۔ جب کسی کے خلاف اس کے اندر جذبات غضب بھڑکتے ہیں تو وہ انتقام کے ذریعہ انھیں بجھانا چاہتا ہے۔ اس محرک پر محض اللہ کی رضاجوئی کے خاطر قابو پانا اور غصہ کو پی جانا بہت بڑا کار ثواب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ما من جرعة اعظم اجرا	اس گھونٹ سے بڑے اجر والا کوئی
من جرعة غيظ كظمها	کوئی دوسرا گھونٹ نہیں ہے جسے
عبد ابتغاء وجه الله [۲]	بندہ اللہ کی رضا کے لئے پی جائے

انتقام کی طاقت رکھنے کے باوجود اگر آدمی عفو و درگذر سے کام لے تو اس کا اجر و ثواب بھی اتنا ہی بڑا ہے۔ حضرت معاذ بن انس جہنیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من كظم غيظا وهو	جو شخص غصہ کو پی جائے جب کہ وہ

---

[۱] مسند احمد ۴/۱۵۸ قال المنذری رواہ احمد والحاکم در واۃ احدی اسناد احمد ثقات الترغیب والترہیب ص۶۷ ۴

[۲] ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الحلم۔ مسند احمد ۲/۱۲۸

فادر علی ان | اس کے مطابق اقدام کرنے پر قادر
ینفذہ دعاہ اللہ | ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ساری مخلوقات
یوم القیامۃ علی | کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار
رؤس الخلائق حتی یخیرہ | دے گا کہ وہ جس حور کا چاہے انتخاب
فی ای الحور شاء [1] | کرے۔

غصہ کسی ناگواری کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس تلخ گھونٹ کو پی کر انسان اس کے کرم بے پایاں کا مستحق ہوتا ہے۔

عفو و درگذر اور انتقام کی اہمیت موقع و محل کے لحاظ سے

قرآن و حدیث کی رو سے جب اخلاق کی بلندی یہ ہے کہ آدمی غصہ کو پی جائے اور ظلم کو معاف کر دے تو پھر انتقام کا ذکر اہل ایمان کے ایک بہتر وصف کی حیثیت سے کیوں کیا گیا؟ کیا ان دونوں باتوں میں تضاد نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی زندگی انتقام اور عفو و درگذر دونوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ کبھی انتقام کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی تقاضا ہوتا ہے کہ عفو و درگذر سے کام لیا جائے۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنے موقع و محل کے لحاظ سے اہمیت ہے۔ جہاں انتقام لینا چاہیئے وہاں عفو و درگذر کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ اور جس جگہ عفو و درگذر مطلوب ہو وہاں انتقام کو پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا۔

علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں۔ عفو و درگذر اس موقع کے لئے ہے جب کہ مجرم اپنی حرکت پر نادم ہو اور اس سے باز آجائے...... باقی رہا وہ شخص جو ظلم و عدوان پر اصرار کرے اس سے انتقام لینا ہی بہتر ہے۔[2]

---

[1] ابوداؤد، کتاب الادب باب من کظم غیظا۔ ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی کثرۃ الغضب۔ یہ حدیث سنداً کمزور ہے۔ [2] احکام القرآن ۳/۴۷۵

امام رازی فرماتے ہیں۔ عفو و درگذر کا نتیجہ دو شکلوں میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ فتنہ دب جائے اور مجرم اپنی غلطی سے رجوع کرلے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مجرم کی ہمت بڑھے، اس کے غیظ و غضب میں اضافہ ہو اور وہ مزید غلط کاری کرنے لگے۔ عفو و درگذر کا ثواب پہلی صورت میں ہے۔ دوسری صورت میں انتقام پسندیدہ ہے۔[1]

علامہ ابوالسعود کہتے ہیں۔ اہل ایمان کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ان لوگوں سے بدلہ لیتے ہیں جو ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ معاف کردیتے ہیں۔ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر وصف اپنی جگہ پسندیدہ ہے۔ لیکن جب اسی کو دوسرے کی جگہ اختیار کیا جائے تو وہ قابل مذمت اور ناپسندیدہ ہو جاتا ہے۔[2]

عفو و درگذر مظلوم کا اختیاری حق ہے

ظالم کو معاف کرنے کا حق کیا صرف مظلوم کو ہے یا حکومت اور ریاست بھی اسے معاف کرسکتی ہے۔ دنیا نے ہمیشہ حکومت اور ریاست کو بڑے سے بڑے ظالم کو معاف کرنے کا حق دیا ہے اسی بنا پر اگر کوئی فرد کسی دوسرے فرد پر زیادتی کرے اور حکومت اسے معاف کردے تو مظلوم کو انتقام لینے یا انصاف چاہنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ لیکن یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح مظلوم اپنے نفع و نقصان کو محسوس کرسکتا ہے اس طرح کوئی دوسرا فرد یا ادارہ اسے محسوس نہیں کرسکتا۔ اس لئے فطری طور پر عفو و درگذر اور انتقام کا حق اسی کو ملنا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ حکومت نے عفو و درگذر کے اختیار کو بالعموم غلط طریقے سے استعمال کیا ہے اور جن افراد کو حکومت کی پشت پناہی حاصل رہی ہے انھوں نے کم زوروں پر بے پناہ مظالم کیئے ہیں۔ اسلام کے نزدیک عفو و درگذر کا تعلق اس

---

[1] تفسیر کبیر ۷/۳۹۹ [2] تفسیر ابوالسعود ۷/۶۶۹

شخص سے ہے جس پر زیادتی ہوئی ہے۔ وہی اسے معاف کرسکتا ہے۔ اگر کسی نے کسی پر دست درازی کی ہے تو اسے انتقام کا حق بھی حاصل ہے اور معافی کا حق بھی۔ اس کے اس حق کو کوئی دوسرا شخص یا ادارہ چاہے وہ حکومت ہی کیوں نہ ہو چھین نہیں سکتا۔[1]

خلاصۂ بحث

اسلام کے نزدیک مظلوم کو ظلم کے انتقام اور عفو و درگذر دونوں کا اختیار ہے۔ وہ اگر انتقام لے تو اپنے ایک قانونی حق کا استعمال کرتا ہے۔ قانون صرف یہ دیکھے گا کہ وہ انتقامی کارروائی میں شریعت کے حدود سے آگے نہ بڑھے۔ اور معاف کردے تو یہ اس کا احسان ہے، اور احسان پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ کسی کے قانونی حق کو تسلیم کرکے معافی کی درخواست کرنے اور اسے اس حق سے بالکلیہ محروم کردینے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلی صورت اس کے اندر بلند حوصلگی اور عالی ظرفی پیدا کرتی ہے اور دوسری سے اس کی خودی مٹتی اور وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس مسئلہ کے سارے اخلاقی اور قانونی پہلوؤں کو سورہ شوریٰ کی تین آیتوں میں سمیٹ دیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ	(ایمان والے وہ ہیں کہ) ...... جب
الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○	ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا بدلہ
وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ	لیتے ہیں۔ برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی
مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ	ہے۔ پھر جو شخص معاف کردے اور
فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ	اصلاح کرے اس کا اجر و ثواب
لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○	اللہ کے ذمہ ہے، بے شک اللہ

---

[1] اس سے بعض وہ حدود مستثنیٰ ہیں جنھیں وہ شخص بھی معاف نہیں کرسکتا جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اس پر انشاء اللہ الگ سے بحث آئے گی۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (الشوریٰ ۳۹-۴۱)

ظالموں کو پسند نہیں کرتا جو لوگ اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں ان کو ملامت نہیں کی جا سکتی، ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔

اسلام نے مظلوم کو قانونی لحاظ سے اتنا مضبوط مقام عطا کیا ہے کہ وہ کسی خارجی دباؤ کے بغیر اپنی آزاد مرضی سے ظلم کے خلاف جوابی کارروائی کر سکتا ہے۔ وہ زندگی کے کسی بھی مرحلے میں ــــــ بے بسی اور بے چارگی کے اس احساس سے دوچار نہیں ہوتا کہ اس کے حقوق غیر محفوظ ہیں اور کسی بھی وقت وہ کسی جابر و قاہر کے ظلم کا نشانہ بن سکتا ہے۔ اس کے ساتھ اسلام مظلومیت کے نام پر کسی کو جائز حدود سے آگے بڑھنے سے منع کرتا ہے اور اس کے اندر وہ اخلاق کی بلندی پیدا کرتا ہے جو اسے فرشتوں سے ہم کنار کر دے۔

اللہ تعالیٰ خود پاک و صاف ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے
صاف و شفاف دھلائی کے لئے ہمیشہ ــــــــ
تاج اسپیشل سوپ یاد رکھئے
TAJ SPECIAL SOAP
مشتہر: سودیشی سوپ اینڈ کیمکل اسٹور
بارہ دری۔ علی گڑھ